8۔خوددارلوگ

ذیل کی تصویر دیکھیے۔

سوالات:

1۔ پہلی تصویر میں شخص کیا کررہا ہے؟

2۔ دوسری تصویر کا شخص کیا کر رہا ہے؟

3۔ دونوں تصویروں میں آپ نے کیا فرق محسوس کیا؟

4۔ ان دونوں تصاویر میں آپ کو کونسی تصویر پسند آئی۔کیوں؟

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

مقصد

اس کہانی میں ایک طرف بیوہ عورت کی خودداری کو بتایا گیا ہے جو محنت ومشقت کرتے ہوے اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہے تو دوسری جانب ایک غریب اور بیمار بچے کے باپ کی احساسِ ندامت اور ایثار وقربانی کے جذبہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔اس کہانی کا مقصد طلبا میں خودداری، ایثار وقربانی کا جذبہ، ہمدردی اور سچائی جیسے اقدار کو پیدا کرنا ہے۔

سبق کی تفصیلات

اس سبق کا تعلق نثر کے حصے کہانی سے ہے یہ ایک فلسطینی کہانی ہے۔جس سے ہمیں ایثار وقربانی اور خودداری کا درس ملتا ہے۔

طلبا کے لیے ہدایات

1۔ سبق کے تصاویر کا مشاہدہ کیجیے اور اس سے متعلق گفتگو کیجیے۔
2۔ پڑھائے جانے والے سبق کو توجہ سے سنیے اور تصاویر کے ذریعہ حاصل ہوئی معلومات کا کہانی سے تقابل کیجیے۔
3۔ کہانی کو پڑھیے اور بتائیے کہ آپ کو معلوم نکات اس میں موجود ہیں یا نہیں۔
4۔ کہانی پڑھیے، نامعلوم الفاظ کو خط کشید کیجیے۔
5۔ خط کشیدہ الفاظ کے معنی فرہنگ/لغت میں دیکھئے یا اپنے استاد سے معلوم کیجیے۔

ا

صالح ابوعلی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ایک بار پھر اذیت ناک مشقت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے لگا۔اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں پر پھونکیں ماریں تاکہ انگلیاں کچھ گرم ہو جائیں اس کے بعد اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو رگڑا اور پھر اپنے چھکڑے میں جٹ گیا جس میں مولیوں کی بوریاں بھری ہوئی تھیں اور پھر سر اٹھا کر قدموں کی مضبوطی سے زمین پر جماتے ہوے پوری قوت کے ساتھ چھکڑے کو ڈھکیلتا ہوا چل پڑا۔اس کی رفتار سست تھی اور اس کی ٹانگیں یوں چل رہی تھیں جیسے کوئی سائیکل سوار ٹانگیں چلاتا ہے۔

اس کے چہرے پر نقاہت صاف نظر آ رہی تھی ۔ سر کے چھدرے بال چھوٹی گول ٹوپی سے نظر آ رہے تھے ۔ سبزی منڈی سے گزرتے ہوئے اپنے چھکڑے کے لیے راستہ بنانے کے لیے وہ چلا رہا تھا۔ ''ہٹو راستہ دے دو۔ راستہ دے دو بھائیو نہیں تو چھکڑے کے نیچے آ جاؤ گے۔''

جب وہ شہر کے پر ہجوم بازاروں سے نکل آیا تو ایک تنگ گلی میں جا پہنچا۔ اس گلی کے ایک طرف قبرستان تھا اور ڈھلوان راستہ فلسطینی مہاجروں کے کیمپ کی طرف جاتا تھا۔ جب تک وہ اپنے ہی پسینے میں نہا چکا تھا اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا ہر عضو اور اعصاب شل ہو کر رہ گئے ہیں ۔ اس کے قدم میکانیکی انداز میں خود بہ خود اٹھ رہے تھے ۔

یوں تھکا ماندہ نقاہت زدہ چھکڑے کو گھسیٹتے چلا جا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک دھندلا سا ہیولا آیا۔ اس کے بیٹے کا ہیولا تھا۔ اکلوتا بیٹا جو دو ماہ پہلے پیدا ہوا تھا یہ بیٹا چار بیٹیوں کے بعد دنیا میں آیا تھا۔ صالح ابوعلی کے سینے میں درد کی لہر اٹھی ۔ اس کا یہ بچہ بہت صحت مند اور تر و تازہ تھا اچانک بیمار پڑ گیا اور اس نے اس کے لیے جو دوائی خیراتی ہسپتال سے لی تھی وہ کارگر ثابت نہ ہوئی تھی ۔ آج صبح جب وہ گھر سے نکلا تو اپنے پیچھے اپنے اس بیمار اور لاغر جسم والے بچے کو بخار میں پھنکتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا۔

صالح ابوعلی نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اس وقت اس کا چہرہ کرب اور اندرونی دکھ سے مسخ ہو رہا تھا۔

سامنے موڑ تھا اور اونچائی بھی تھی۔ اس لیے اس چھکڑے کو کھینچنے کے لیے زیادہ وقت صرف کرنا پڑا اور پھر وہ اونچائی پر پہنچ کر ڈھلوانی راستے پر اترنے لگا تو اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ اس نے سامنے دیکھا تھوڑی دور فلسطینی مہاجروں کا کیمپ تھا۔ اسے خیال آیا کہ اس وقت تمام بچے اسکول جا چکے ہوں گے اور اب وہ کسی بچے کی نہ آواز سن سکے گا نہ یہ اصرار کہ چچا صالح ....ہمیں چھکڑے پر سوار کرلو۔

سوچیے۔بولیے :۔

1۔ صالح ابوعلی کون تھا اور کیا کرتا تھا؟

2۔ صالح ابوعلی نے کس طرح چھکڑا کھینچنے کی تیاری کی؟

3۔ صالح ابوعلی کس راستے سے گزرتا تھا؟

4۔ صالح ابوعلی کے ذہن میں کس بات کی کشمکش تھی؟

II

اس علاقے کے تمام بچے اسے چچا صالح کہتے تھے وہ انہیں چھکڑے پر سوار کرلیا کرتا تھا۔ وہ سیب جو بوریوں سے نکل کر چھکڑے میں گر پڑتے تھے ان میں بانٹ دیا کرتا تھا۔ جب کبھی اس کے پاس زیادہ پیسے آجاتے تھے تو وہ ان پیسوں سے ٹافیاں بانٹا کرتا تھا ان بچوں کا خیال آتے ہی اسے اپنے بیٹے کا خیال آیا۔ غم اور خوف نے بہ یک وقت اس کے دل پر حملہ کیا۔ وہ اپنے آپ کو بے بس اور لاچار محسوس کرنے لگا۔

کیمپ کی کچی گلیاں اور مٹی کے جھونپڑے سہ پہر کے وقت خاموش تھے۔ حتیٰ کہ اس کا دوست احمد حجام بھی دکان کے سامنے بنچ پر سویا ہوا تھا۔

محمد الصاہی سبزی فروش بھی اپنے دکان کے سامنے کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا اور اس کے منہ پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ ابوشکری کی بکری بندھی تھی اور کچھ مرغیاں عین گلی کے درمیان میں کھڑی تھیں۔

اچانک صالح نے محسوس کیا کہ چھکڑا بے قابو ہو رہا ہے اور اس کے ہاتھوں کی گرفت کمزور پڑ گئی ہے۔ وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور زمین پر گر پڑا۔

وہ اچانک زمین سے اٹھا اور ایک لمحے میں وہ جان گیا کہ چمڑے کا جوا جسے وہ گلے میں ڈال کر چھکڑے کو کھینچتا ہے وہ ٹوٹ گیا ہے۔ چھکڑا ایک طرف لڑھک چکا ہے اور دو مرغیاں گلی کے درمیان تڑپ رہی ہیں۔

جب وہ ان مرغیوں کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ان میں سے ایک مرغی کا بھیجہ زمین پر بکھرا پڑا ہے اور دوسری مرغی بھی گر چکی ہے۔ وہ خوف زدہ ہو گیا کیوں کہ دو مرغیاں اس کے چھکڑ کے نیچے آ کر ہلاک ہو چکی تھیں۔

بوکھلاتے ہوئے صالح ابوعلی نے ادھر ادھر دیکھا آس پاس کوئی نہیں تھا۔ اس نے تیزی سے چھکڑے کو سیدھا کیا، مولیوں کی

بوریوں کو اٹھا کر چھکڑے میں رکھا، چمڑے کے جوئے کو گانٹھ دے کر گلے میں ڈالا اور تیزی سے چھکڑا کھینچ کر آگے بڑھ گیا۔ بالآخر وہ ابوالحسنات کی دکان تک جا پہنچا جہاں اسے مولیاں پہنچانی تھیں۔ اس کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ ابوالحسنات نے اس سے پوچھا تمہارا چہرہ موسمبی کی طرح زرد کیوں ہے؟

صالح سے کوئی جواب نہ بن پڑا ابوالحسنات نے کہا۔

آؤ...................... چائے کی ایک پیالی پی کر جانا۔

صالح ابوعلی کی آنکھوں کے سامنے مردہ مرغیاں آرہی تھیں۔

جب وہ واپس آرہا تھا تو اپنے آپ کو ایک چور محسوس کررہا تھا۔ اب چھکڑا خالی تھا اس کے باوجود اپنے آپ کو تھکا ہوا محسوس کررہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ جانے یہ مرغیاں کس کی ہیں اور اگر مالک کو پتہ چل گیا کہ اس کی دو مرغیاں میرے چھکڑے کے نیچے آکر مری ہیں تو میں اس کی قیمت کس طرح ادا کروں گا؟

سوچیے۔ بولیے :-

1۔ صالح ابوعلی نے کب اپنے آپ کو بے بس اور لاچار محسوس کیا؟

2۔ حادثہ کا ذمہ دار کون تھا؟

3۔ حادثہ پیش آنے کی وجہ کیا تھی؟

4۔ حادثہ کے بعد صالح ابوعلی کی کیفیت کیا تھی؟

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

III

وہ جائے حادثہ سے کافی دور تھا۔اس نے وہاں لوگوں کا ہجوم دیکھا جوایک کارکوگھیرے ہوئے تھے۔جب وہ قریب پہنچا تو اس نے اپنے دوست احمد حجام کی آواز سنی جو کار کے ڈرائیور پرغصہ جھاڑ رہا تھا۔کار ڈرائیور ہجوم میں کھڑا بوکھلایا ہوا تھا۔لوگ مختلف باتیں کررہے تھے۔

تمہیں مرغیوں پرکار چڑھاتے ہوئے شرم نہ آئی۔

کارکاڈرائیور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

اللہ کی قسم..................... میں نے ان مرغیوں کو ہلاک نہیں کیا۔

اگرتم نے انہیں ہلاک نہیں کیا تو یہ کیسے مرگئیں۔جھوٹ بولتے ہوہم تمہیں پولیس کے پاس لے جائیں گے۔وہیں فیصلہ ہوگا۔

صالح سمجھ گیا،کیامعاملہ ہے۔مرغیوں کی ہلاکت کا ذمہ داراس کار کے ڈرائیورکوٹھہرایاجارہاتھا۔

مرغیوں کی مالکین پررحم کرو۔وہ یتیم بچوں کی ماں ہے بےچاری بیوہ زلیخا کی گزراوقات تو مرغیوں کےانڈوں پرہوتی ہے۔

صالح ابوعلی نے زلیخا کا نام سنتے ہی اپنے ہونٹ کاٹ لیے۔زلیخا نادار،بےآسرااور بیوہ عورت تھی۔

ڈرائیور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

میں قسم کھاتا ہوں یہ مرغیاں میری کار کے نیچے آکرنہیں مریں۔

یہ کہہ کراس نے کارکادروازہ کھولا۔کارمیں بیٹھااورکاراسٹارٹ کر کے تیزی سے کارکووہاں سے بھگالےگیا۔

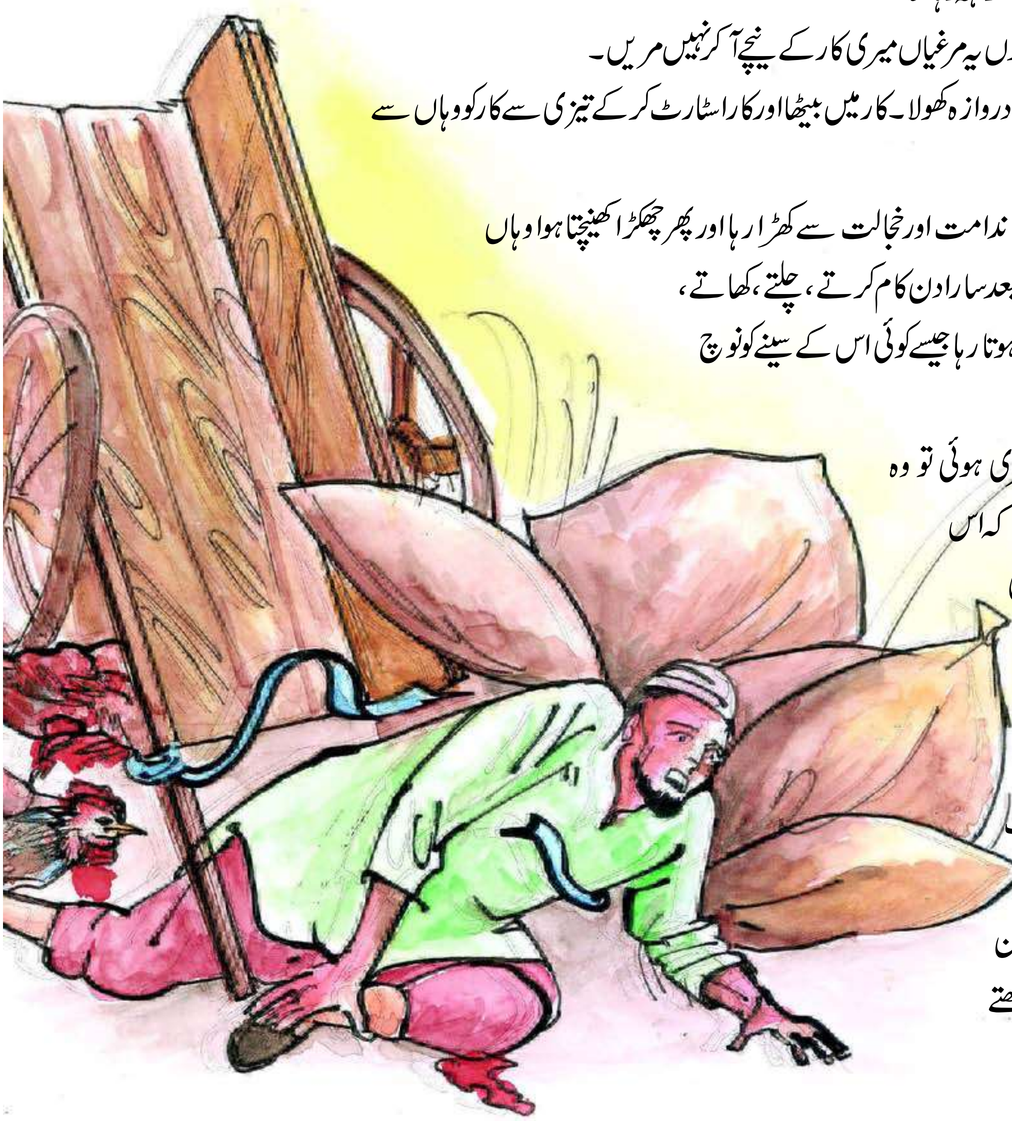

صالح وہاں ندامت اورخجالت سے کھڑارہااور پھر چھکڑا کھینچتا ہوا وہاں سے چل دیا۔اس کے بعد ساراد ن کام کرتے، چلتے،کھاتے، پیتے اسے یوں محسوس ہوتا رہا جیسے کوئی اس کے سینے کو نوچ رہا ہے۔

جب شام گہری ہوئی تو وہ گھر لوٹا اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی بیمار بچے کی چار پائی کے پاس بیٹھی مکھیاں اڑا رہی ہے۔

''اب بچے کی طبیعت کیسی ہے؟

اس کی بیوی نے پریشان نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا!

اسے خیراتی ہسپتال کی دوائیوں سے آرام نہیں آ ئے گا ہمیں اسے فوراً شہر کے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔
صالح ابوعلی تنکوں کی چار پائی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک وہ اپنی بیوی کو دیکھتا رہا۔ وہ تھکی ہوئی، کمزور اور نحیف دکھائی دے رہی تھی۔ بچے کی علالت کی وجہ سے وہ پچھلی تین راتوں سے مطلق سو نہ سکی تھی، صالح نے سوچا اگر میں مر جاؤں تو اسکا کیا بنے گا، یہ بیوہ ہو کر بچوں کو کس طرح پالے گی؟ اس کے ساتھ اسے بیوہ زلیخا کا خیال آ گیا۔
''کیا سوچ رہے ہو اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ بچے کو شہر کے کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر اپنی فیس لے گا دوائی مفت نہیں ملے گی، لیکن بچے کو تو آرام آ جائے گا''............ اس کی بیوی کہہ رہی تھی۔
صالح ابوعلی چند منٹوں تک کچھ سوچتا رہا پھر کھڑا ہو گیا اور کچھ کہے بغیر گھر سے نکل گیا۔

سوچیے ۔ بولیے :۔

1۔ زلیخا کون تھی اسکا گزر بسر کس طرح ہوتا تھا؟
2۔ مرغیوں کے مالک کا نام سنتے ہی ابوعلی کے دل کی کیفیت کیا ہوگئی؟
3۔ ابوعلی کی بیوی نے بچے کی صحت کے متعلق کیا کہا؟

IV

کیمپ کی گلیاں مدھم روشنی سے تاریکی دور کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس مدھم روشنی میں چلتے ہوئے وہ ان سکوں کی گنتی کرنے لگا جو اس نے آج کمائے تھے۔ آج کی مشقت کی کمائی چالیس سیاستر تھی اور تیس سیاستر اس کے پاس پہلے سے موجود تھے اور اس کے پاس اس وقت کل ستر سیاستر تھے جو دو مرغیوں کی قیمت ہوتے ہیں۔ اس کے ذہن کو قرار سا آ گیا وہ اپنے دوست احمد حجام کی دوکان کے قریب پہنچا جو لیمپ جلا رہا تھا۔ اسی روشنی میں اس نے دیکھا کچھ فاصلہ پر زلیخا چلی آ رہی ہے۔ اس نے سر پر پانی کا برتن اٹھا رکھا ہے' اس کی آنکھیں مندی ہوئی تھیں چہرہ اداس ہے۔ صالح کے دل میں پھر درد کی ٹیس اٹھی اور وہ سوچنے لگا سارا دن یہ عورت کتنی مشقت کرتی ہے، کپڑوں کی سلائی کرتی ہے مرغیاں سنبھالتی ہے اور یوں بہ مشکل یتیم بچوں کے پیٹ بھرنے کے قابل ہوتی ہے۔ ایک بچہ اس کے ساتھ چلا آ رہا تھا جو صالح کو دیکھ کر چلایا۔

''چاچا صالح................ مجھے ایک سیب دے دو''۔
بھوک لگی ہے

صالح کا چہرہ سرخ ہو گیا وہ تیزی سے اپنے دوست حجام کی دوکان میں گھس گیا۔
ابوعلی کیسے ہو؟ احمد حجام نے پوچھا۔
صالح ابوعلی نے اداس لہجے میں کہا:
میں ایک اہم بات کرنے آیا ہوں
کیا بات ہے؟ احمد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

صالح ابوعلی یوں تیز تیز بولنے لگا جیسے وہ بھاری بوجھ اپنے کندھوں سے اتار کر پھینکنا چاہتا ہو۔

وہ کار کا ڈرائیور نہیں .... میں تھا۔جس کے چھکڑے کے نیچے آکر زلیخا کی مرغیاں ہلاک ہوئیں۔احمد حیرت اور دلچسپی سے صالح ابوعلی کی باتیں سن رہا تھا۔

میں زلیخا کو قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔تم ابھی میرے ساتھ چلو۔

احمد خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔زلیخا کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے صالح کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔اندر سے آواز آئی۔

''کون ہے''؟ پھر کسی نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر دیکھا اور پھر دروازہ کھول دیا کیوں کہ زلیخا انہیں پہچان گئی تھی۔وہ سر جھکائے گھر کے اندر داخل ہو گئے۔زلیخا نے پوچھا بھائیو................کیا بات ہے؟

''بہن سب ٹھیک ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں غلطی سے بھائی صالح کے چھکڑے کے نیچے تمہاری مرغیاں آ گئیں اب بھائی صالح ان کی قیمت چکانے آیا ہے''

صالح نے لڑکھڑاتی زبان میں کہا................اللہ جانتا ہے اس میں میری کوئی غلطی نہ تھی اچانک یہ حادثہ ہو گیا تھا''

''بہن'' صالح ابوعلی ....مرغیوں کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہے۔احمد حجام نے ایک بار پھر کہا۔

چند منٹوں تک خاموشی چھائی رہی پھر زلیخا نے کہا۔

''ہماری خودداری اجازت نہیں دیتی کہ حادثے میں مرنے والی مرغیوں کے نقصان کی قیمت وصول کریں۔اللہ ہمیں اس دنیا اور آخرت میں معاف کر دے میرے بچوں کی زندگی کی دعا کرنا میں تمہارے بیمار بچے کی صحت کے لیے دعا کرتی ہوں۔ہم سب ایک سے ہیں۔

''خدا حافظ''

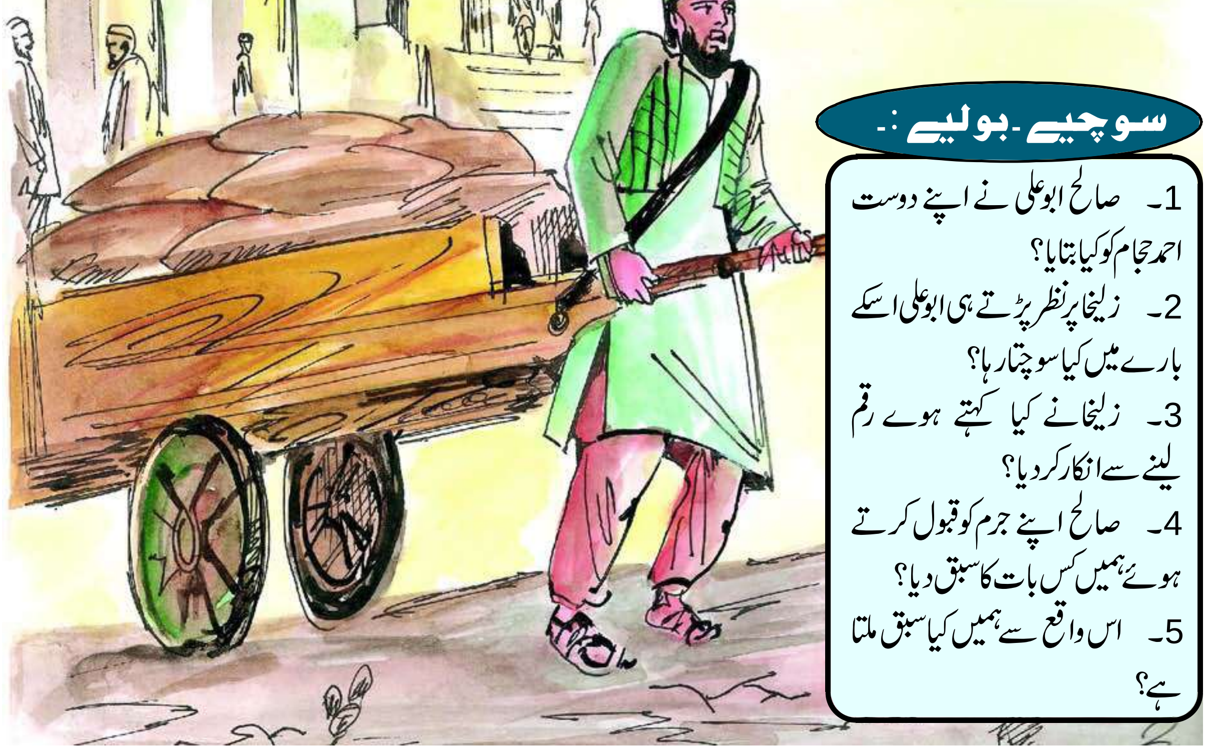

سوچیے ۔بولیے :۔

1۔ صالح ابوعلی نے اپنے دوست احمد حجام کو کیا بتایا؟

2۔ زلیخا پر نظر پڑتے ہی ابوعلی اسکے بارے میں کیا سوچتا رہا؟

3۔ زلیخا نے کیا کہتے ہوئے رقم لینے سے انکار کر دیا؟

4۔ صالح اپنے جرم کو قبول کرتے ہوئے ہمیں کس بات کا سبق دیا؟

5۔ اس واقعے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

یہ کیجیے

I سمجھنا، اظہار خیال کرنا

سنیے سمجھ کر بولیے

(الف) ذیل کی عبارت پڑھ کر جملوں کے سامنے صحیح (✓) یا غلط (X) کا نشان لگائیے۔

وہ اچانک زمین سے اٹھا اور ایک لمحے میں جان گیا کہ چمڑے کا جوا جسے وہ گلے میں ڈال کر چھکڑے کو کھینچتا ہے وہ ٹوٹ گیا ہے۔ چھکڑا ایک طرف لڑھک چکا ہے اور دو مرغیاں گلی کے درمیان تڑپ رہی ہیں۔

جب وہ ان مرغیوں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ان میں سے ایک مرغی کا بھیجہ زمین پر بکھرا پڑا ہے اور دوسری مرغی بھی مرچکی ہے۔ وہ خوف زدہ ہو گیا کیوں کہ دو مرغیاں اس کے چھکڑے کے نیچے آکر ہلاک ہو چکی تھیں۔

بوکھلاتے ہوئے صالح ابوعلی نے ادھر ادھر دیکھا آس پاس کوئی نہیں تھا۔ اس نے تیزی سے چھکڑے کو سیدھا کیا، مولیوں کی بوریاں اٹھا کر چھکڑے میں رکھا، چمڑے کے جوئے کو گانٹھ دے کر گلے میں ڈالا اور تیزی سے چھکڑا کھینچ کر آگے بڑھا۔ بالآخر وہ ابو الحسنات کی دوکان تک جا پہنچا جہاں اسے مولیاں پہنچانی تھیں۔ اس کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا ابوالحسنات نے اس سے پوچھا، تمہارا چہرہ موسمبی کی طرح زرد کیوں ہے۔

1۔ صالح ابوعلی کی کار سے حادثہ پیش آیا۔ (   )

2۔ حادثہ کی وجہ سے ایک مرغی کا دل باہر نکل آیا تھا۔ (   )

3۔ صالح ابوعلی کے چھکڑے میں مولیوں کی بوریاں بھری تھیں۔ (   )

4۔ صالح ابوعلی، ابوالحسنات کے مکان کو پہنچا۔ (   )

5۔ صالح ابوعلی کا چہرہ سیب کی طرح لال ہو گیا تھا۔ (   )

(ب)۔ ذیل کی عبارت پڑھ کر سوالات کے جوابات دیجیے۔

ایک بار کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا حضورؐ بڑے تپاک سے ملے۔ آپؐ اپنے ساتھیوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ہاتھ پکڑ کر بٹھانے چلے تو دیکھا، ہاتھ کالے پڑے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے بڑی حیرت سے پوچھا کیوں بھئی کیا تمہارے ہاتھ پر کچھ لکھا ہوا ہے یہ کالے نشان کیسے ہیں۔

انہوں نے کہا نہیں حضورؐ! یہ بات نہیں ہے۔ دراصل اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے میں پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہوں اس کی مزدوری سے ہم سب کی گزر اوقات ہوتی ہے۔ پھاوڑا چلانے کی وجہ سے میرے ہاتھ کالے ہو گئے ہیں۔

صحابیؓ کی بات سن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور ان کا ہاتھ چوم لیا اور کیوں نہ ہو یہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ ایک غریب آدمی کسی

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ دھوکہ دھڑی اور بے ایمانی سے پیسے نہیں کماتا بلکہ اپنی خودداری محنت اور مزدوری سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ حضور کی نگاہ میں یہ بات بہت ہی قابل قدر تھی اسی لئے آپؐ نے ان صحابی کے ہاتھ چوم لئے۔

سوالات:

1۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کون حاضر ہوے؟

2۔ حضورؐ کا برتاؤ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیسا تھا؟

3۔ صحابی کے ہاتھ دیکھ کر آپ کو کیوں حیرت ہوئی؟

4۔ حضور کی نگاہ میں کونسی بات بہت ہی قابل قدر تھی؟

5۔ خودداری کسے کہتے ہیں؟

II۔ اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی اظہار

خود لکھنا

(الف) درج ذیل سوالوں کے جواب پانچ جملوں میں لکھئے۔

1۔ صالح ابوعلی کی شخصیت بیان کیجئے۔

2۔ صالح ابوعلی کے چھکڑے سے کس طرح کا حادثہ پیش آیا۔

3۔ زلیخا کون تھی یہ کس طرح اپنی زندگی بسر کرتی تھی۔

4۔ صالح ابوعلی نے اپنے بچہ کی بیماری سے زیادہ زلیخا کی مرغیوں کے مرنے سے کیوں متاثر تھا؟

(ب) درج ذیل سوالوں کے جواب دس جملوں میں لکھئے۔

1۔ زلیخا کا نام سنتے ہی صالح ابوعلی کیوں پریشان ہو گیا؟

2۔ اس کہانی سے آپ کو کس طرح کا سبق ملتا ہے لکھئے۔

تخلیقی اظہار / توصیف

☆ ایک غریب اور انتہائی مفلس آدمی اپنی خودداری کی وجہ سے خود بھوکا رہنا گوارہ کرتا ہے لیکن بھیک مانگنا گوارا نہیں کرتا۔ ایسے شخص کی توصیف بیان کرتے ہوے چند جملے لکھیے۔

III۔ زبان شناسی

لفظیات

I۔ ذیل کے جملے پڑھیے خط کشیدہ لفظ کے مترادف کی نشاندہی کیجیے۔

(1) گھبرانے کی کوئی بات نہیں غلطی سے بھائی صالح کے چھکڑے کے نیچے تمہاری مرغیاں آگئیں۔ (   )

(a) سہو (b) نجو (c) رہو

(2) اللہ ہمیں اس دنیا اور آخرت میں معاف کردے (   )

(a) عفو و گزر (b) عفو و درگزر (c) گزر و عفو

(3) وہ پچھلی تین راتوں سے مطلق سو نہ سکی۔ (   )

(a) صرف (b) نہ صرف (c) ہرگز

(4) وہ تھکی ہوئی کمزور اور نحیف دکھائی دے رہی تھی۔ (   )

(a) کمزور (b) پریشان (c) بیمار

(5) اس کی بیوی بیمار بچے کی چارپائی کے پاس بیٹھی مکھیاں اڑا رہی تھی۔ (   )

(a) بستر (b) پلنگ (c) تکیہ

II۔ ذیل کے جملے پڑھیے اور خط کشیدہ لفظ کو ''سابقہ کے الفاظ'' جوڑ کر ضد بنائیے۔ اور جملے بنائیے۔

بے، غیر، نا، لا

1۔ جملہ: اس شخص کی حیثیت بڑی ہے۔

ضد:............ جملہ: ....

2۔ جملہ: اسلم نے ارادی طور پر نظیر کو ٹکر ماری۔

ضد:............ جملہ: ....

3۔ جملہ: کوہِ ہمالیہ کا سلسلہ متناہی نہیں ہے۔

ضد:............ جملہ: ....

4۔ جملہ: ہمیں ہمیشہ واقف کار لوگوں پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

ضد:............ جملہ: ....

5۔ جملہ: والدین کی ہمیشہ عزت کیجیے۔

ضد:............ جملہ: ....

III۔ ذیل کے محاورے/ضرب المثل پڑھیے اور انہیں جملوں میں استعمال کیجیے۔

محاورے/ضرب المثل	جملہ
(1) درد کی لہر اٹھنا۔	....
(2) توازن کھونا۔	....
(3) بوکھلا جانا	....
(4) ہونٹ کاٹ لینا	....
(5) کندھے پر بوجھ محسوس کرنا۔	....

قواعد

I درج ذیل الفاظ کو غور سے پڑھیے۔

☆طلب= مانگ ☆پوشیدہ= پنہاں، چھپا ہوا ☆ابتدا= آغاز، شروع

دی گئی مثالوں میں لفظ کے ہم معنی الفاظ دیے گئے ہیں۔

ایک ہی معنی دینے والے الفاظ ''مترادف'' کہتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

II۔ درجہ ذیل الفاظ پر غور کیجیے۔

صبح و شام

زمین و آسمان

شکست و فتح

اوپر دیے گئے جوڑیوں کے الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

> ایسے الفاظ جو اپنی ضد کے ساتھ استعمال ہوں ''متضاد الفاظ'' کہلاتے ہیں۔

مشق: دی گئی خالی جگہوں میں ''متضاد الفاظ'' لکھیے۔

☆ ابتدا و........................ واعلیٰ........................

☆ اول و........................ وزیست........................

☆ عرش و........................ وراحت........................

III۔ ذیل کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے۔

☆ خوش اخلاق ☆ خوش قسمت ☆ خوش مزاج

☆ بے گناہ ☆ بے فکر ☆ بے بس

پہلی سطر میں ''خوش'' اور دوسری سطر ''بے'' لفظ سے پہلے استعمال ہوے ہیں۔

> کسی لفظ سے پہلے جڑ کر ایک خاص معنی پیدا کرنے والے جُز کو ''سابقہ'' کہا جاتا ہے۔

مشق: سابقے ''ہم'' اور ''غیر'' کو استعمال کرتے ہوے پانچ پانچ الفاظ بنائیے۔

ہم ....

غیر ....

ذیل کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے۔

زمین دار مکان دار دوکان دار

گل فروش ترکاری فروش کتب فروش

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

پہلی سطر میں ''دار'' اور دوسری سطر میں ''فروش'' لفظ کے آخر میں آئے ہیں۔

> کسی لفظ کے بعد جُڑ کر ایک خاص معنی پیدا کرنے والے جُز کو ''لاحقہ'' کہا جاتا ہے۔

مشق: لاحقے ''نما'' اور ''گار'' کو استعمال کرتے ہوئے پانچ پانچ الفاظ بنائیے۔

نما ....

گار ....

لسانی سرگرمیاں / منصوبہ کام

☆ دس اقوال زریں جمع کیجیے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے ہر ایک کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

زریں قول

اپنی غلطی کا اعتراف کرنا بہترین خصوصیت ہے۔ اس سے نفس میں عاجزی پروان چڑھتی ہے اور تکبر کمزور ہوتا ہے۔

پڑھیے لطف اٹھائیے۔

انڈوں کے بدلے چوزے

شام ہو چکی تھی۔ آسمان پر بادل چھا رہے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی جاری تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے تیز بارش ہونے لگی۔ تین چار آدمی ایک سائبان کے نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بارش کے رکنے کا انتظار کر رہے تھے۔ بارش تھمنے کا نام نہ لیتی تھی۔ کسی نے ملک میں بڑھتی ہوئی رشوت خوری کی بات کی۔ کسی نے آیا رام گیا رام والی سیاست کا مذاق اڑایا۔ آخر میں سب سے بوڑھے اجنبی نے اپنی زبان کھولی۔ آج میں آپ کو اپنے زمانے کا واقعہ سناتا ہوں۔ بوڑھے نے چشمہ اتارا، شیشے صاف کئے اور پھر کہنے لگا۔ ''آزادی سے پہلے کی بات ہے۔ میں تلنگانے کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں انجینئر تھا۔ گاؤں شہر سے بہت دور تھا۔ گھر سے خط آیا۔ خط میں لکھا تھا۔ چھوٹی بہن کی شادی اچانک طے ہوگئی ہے۔ فوراً گھر پہنچو۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا آتے ہوئے سو پچاس انڈے بھی لے آنا۔ شادی میں کام آئیں گے۔ اس کے بعد بوڑھے نے سگریٹ کا ایک لمبا کش لیا اور کہا ''اُن دنوں پولٹری فارم نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے انڈوں کا اتنی بڑی تعداد میں ملنا آسان نہیں تھا۔''

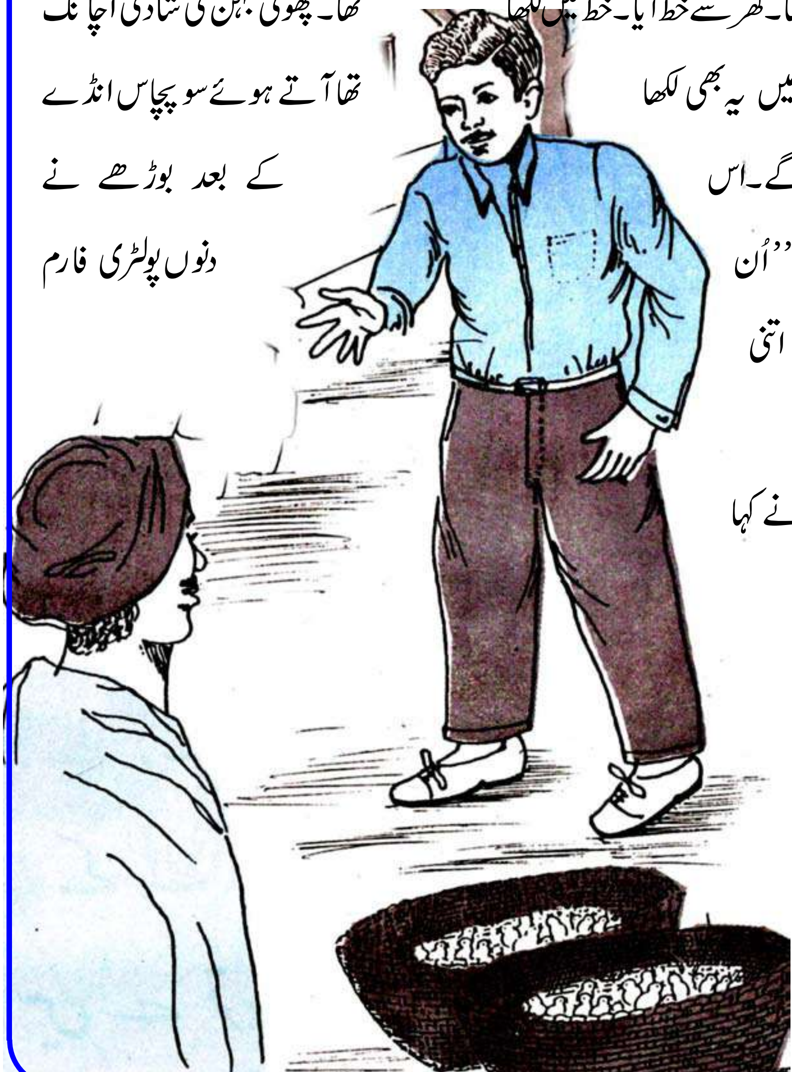

بات آگے بڑھاتے ہوئے اس نے کہا ''سچ تو یہ ہے اُن دنوں دیہاتوں میں بھی اتنے انڈے ایک ساتھ نہیں ملتے تھے۔'' چنانچہ میں نے یہ کام اپنی پہچان کے ایک کسان رامو کو سونپ دیا۔ میری بات سنکر رامو بھی بڑی سوچ میں پڑ گیا۔ اور بولا ''بابو جی اتنے

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

انڈے جمع کرنے میں تو مجھے بھی بڑی محنت کرنی ہوگی۔گاؤں کے ہر گھر سے مجھے انڈے اکٹھا کرنے پڑیں گے۔''چاہے کچھ بھی کرو مجھے انڈے وقت پر چاہیے۔'' یہ کہہ کر میں نے پیسے اُس کے حوالے کردیے۔شہر جانے سے پہلے میں روز راموکا انتظار کرتا کہ وہ آئے اور اطلاع دے کہ آخر وہ کتنے انڈے جمع کر پایا ہے۔وقت گزرتا گیا نہ ہی راموآیا اور نہ مجھے انڈے مل لے۔چاروناچار میں خالی ہاتھ شہرآ گیا۔والدین نے پوچھا''انڈے لےآئے ہو؟''میں نے بڑی ندامت سے جواب دیا''میں نے بہت کوشش کی لیکن گاؤں میں انڈے نہیں مل پائے۔'' دوسرے دن شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔اُن دنوں شادی کی رسمیں ہفتوں چلتی تھیں۔مجھے بھی ان ساری رسموں اور دعوتوں میں شریک ہونا پڑا۔شادی کا ہنگامہ ختم ہوا۔میں کوئی دو ہفتہ کے بعد گاؤں لوٹا۔اپنی نوکری سنبھال لی۔غیر حاضری کی وجہ سے کام کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تھا۔اس لئے دفتری کام میں بُری طرح جُٹ گیا۔ایک مہینہ بعد ایک صبح میرے مکان پر دستک ہوئی۔میں نے دروازہ کھولا۔دیکھتا ہوں کہ سامنے راموکھڑا مسکرارہا ہے۔میں نے پوچھا''راموتم کہاں غائب رہے اتنے دن؟ نہ ہی ملنے آئے اور نہ انڈے پہنچائے۔'' سر جھکا کر رامو نے کہا''بابوجی!اس کیلئے آپ سے معافی مانگتا ہوں۔میں نے آپ کے لیے انڈے تو گھر گھر گھوم کر جمع کر لیے تھے،مگر اُن کو پہنچانے میں اتنی دیر ہوگئی تھی کہ آپ شہر جاچکے تھے۔''

راموآگے کہنے لگا۔بابوجی!''یقین جانیے میں نے آپ کو ریلوے اسٹیشن پر بھی جا کر دیکھا مگر آپ کی ریل جاچکی تھی۔''خیر جو ہوا سو ہوا!''میں نے کہا''مگر تم میرے آنے کے بعد بھی کہاں غائب رہے؟''رامو نے بڑی لجاجت سے کہا''کیا بتاؤں بابوجی دس پندرہ دن سے بیٹی کو بخار آرہا تھا اس لئے حاضر نہ ہوسکا۔آج اس کا بخار اُترا تو سوچا آپ سے مل کر آپ کی امانت لوٹادوں۔''میری کیا امانت ہے؟تمہارے پاس''میں نے حیرت سے پوچھا۔اس نے مجھ سے گھر کے باہر چلنے کو کہا۔گھر کے باہر ایک بیل گاڑی پر دوٹوکروں میں تیس چالیس چوزے تھے۔چوں چوں کرتے ہوئے ان چوزوں کو دیکھ کر میں نے رامو سے پوچھا''یہ کیا تماشہ ہے؟''رامو نے مجھ سے کہا۔''بابوجی میں نے آپ کے لئے سو انڈے جمع کر لیے تھے ان میں سے قریب تیس چالیس چوزے نکل آئے ہیں۔انہیں میں اپنے مرغی خانے میں کب تک رکھوں؟ سوچا آج آپ کی امانت آپ کے حوالے کردوں۔''یہ کہہ کر اس نے دونوں ٹوکرے گاڑی سے اتارے۔گھر کے اندر صحن میں رکھا دیئے۔نمستے کہہ کر واپس چلا گیا۔بارش تھم چکی تھی۔وہ سب راموکی ایمانداری پر حیرت زدہ ہوکر اپنی اپنی راہ پر چلے گئے۔